# سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

## سوانح و افکار

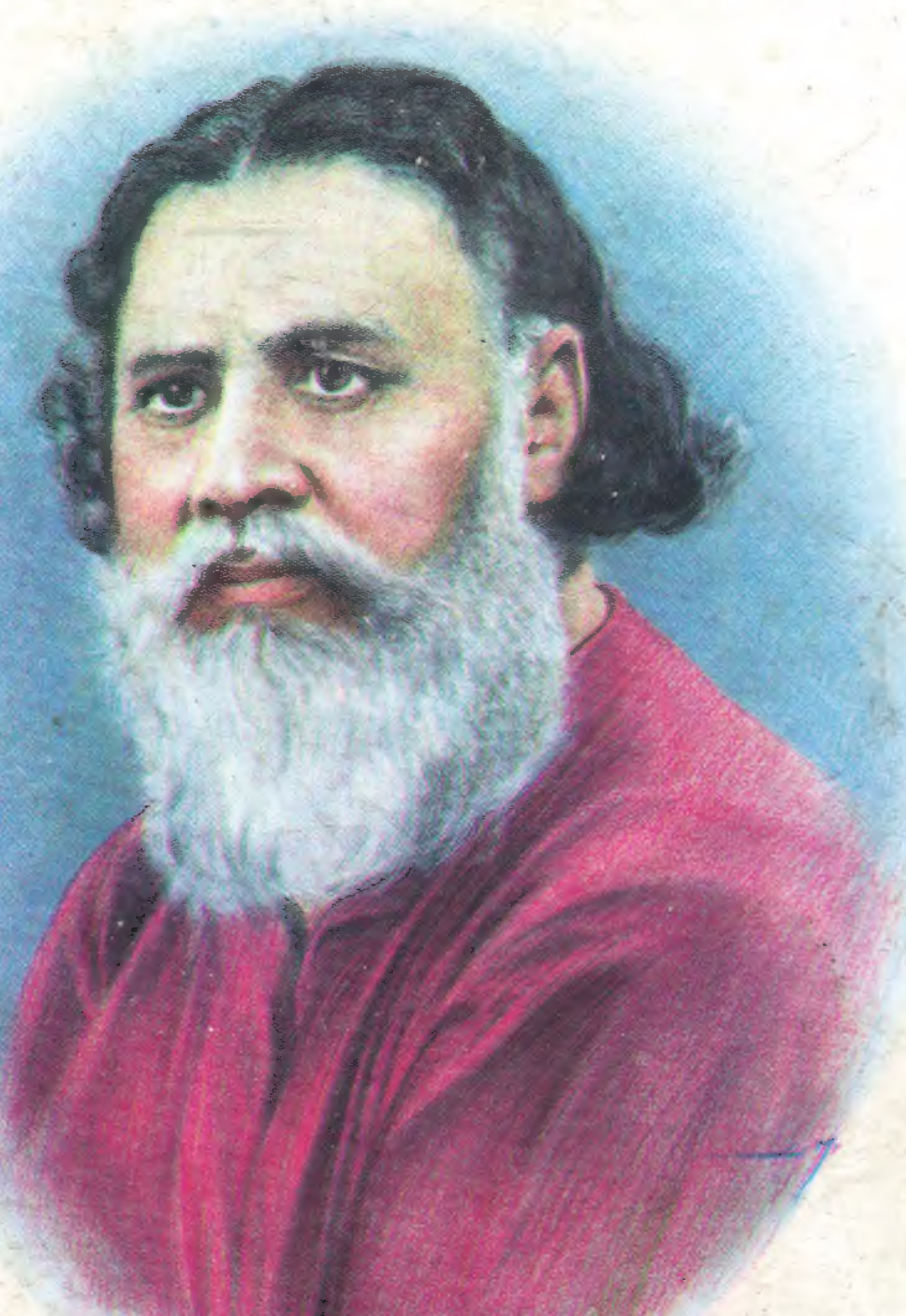

شورش کاشمیری

# سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

## سوانح و افکار


مطبوعاتِ چٹان

۸۸ میکلوڈ روڈ ○ لاہور

آپ سے ترجمہ کے ساتھ قرآن پڑھا تھا، ایک دن اُس نے سوال کیا:

"شاہ جی، قرآن میں یہ تو درج ہے کہ مسلمان آزاد رہ کر اس طرح زندگی بسر کریں لیکن یہ کہیں درج نہیں کہ غلام ہوں تو کیونکر زندگی گزاریں، سارے قرآن میں مسلمان اور غلامی کہیں بھی اکٹھے نہیں ہیں، آخر مسلمان جنگ آزادی میں حصہ کیوں نہیں لیتے"؟

یہ بات شاہ جی کے دل میں اُتر گئی۔ پھر کیا تھا مدت العمر عام جلسوں میں مسلمانوں سے اس کا جواب پوچھتے پھرے۔

ایک سوشلسٹ نوجوان نے جو آپ کے ساتھ قید میں تھا سوال کیا:

شاہ جی آپ نے کبھی نماز ترک نہیں کی اور نہ کبھی روزہ چھوڑا؛ پھر آپ کا دل عام نمازیوں کی طرح سخت کیوں نہیں؟

شاہ جی مسکرائے، فرمایا بھائی جو مذہب انسان کے دل کو گداز نہیں کرتا وہ مذہب نہیں سیاست ہے اور مجھے ایسی سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔

شاہ جی نے جیل میں مونج کوٹی، بان بٹا اور گندم پیسی لیکن عام طور پر مشقت سے بے نیاز ہی رہے، ایک زمانہ میں ٹوپی پہننا چھوڑ دی، کسی نے وجہ پوچھی فرمایا پہلی دفعہ جیل گیا تو جیلر نے ہاتھ بڑھا کر ٹوپی اُتارنا چاہی، میں نے ہاتھ روک لیا اور اُتار کر خود حوالے کر دی، تب سے فیصلہ کیا ہے کہ ٹوپی نہیں پہنوں گا۔ بس یہ چوگوشیہ رومال سر پر رکھتا ہوں۔

اب تو جیل خانوں میں کافی اصلاح ہو چکی ہے ایک زمانہ میں قیدی کو تین ماہ بعد ایک خط لکھنے اور دو ماہ بعد ایک خط وصول لینے کا حق ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑا جبر تھا نتیجۃً بہت سے قیدی بیرنگ خط لکھتے جو بیرونی سنسر شپ کی وجہ سے پکڑے جاتے اور ان کی سزا کا موجب ہوتے، شاہ جی نے اس کا توڑ پیدا کیا۔ پنڈت کرپا رام برہم چاری کے نام سے اپنے احباب کو دیناج پور جیل سے اکثر خط لکھتے رہے اور یہ نام سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ترجمہ یا بدل تھا۔

# حیاتِ امیرِ شریعت رحمۃ اللہ علیہ

تالیف جانباز مرزا

جملہ حقوق محفوظ ہیں

(اس کتاب کی کوئی عبارت بغیر ناشر اور مصنف کی اجازت کے نقل کر کے شائع نہ کی جائے)

| | |
|---|---|
| ناشر | خالد سعید جانباز |
| پبلشر | مکتبہ تبصرہ لاہور |
| طابع | چٹان پریس لاہور |
| کتابت | مقصود احمد |
| تعداد | ایک ہزار |

محکمہ تعلیم مغربی پاکستان سے سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

نمبر سی ڈی / ایجوکیشن / ۱۲ — ۲۸ / ۶۷

مورخہ ۷ جنوری ۱۹۷۰ء

قیمت : ۱۰/ روپے

ہوا کہ میر پور سے کوئی صاحب آپ کو لینے آئے ہوئے ہیں اور اس وقت وہ محلّہ کی مسجد میں سو رہے ہیں۔ امیر شریعت نے انہیں بیدار کیا اور صبح چھ بجے کی گاڑی روانگی کا فیصلہ کر کے وہیں سو گئے۔ رات چار بجے اسٹیشن کے ایک ویران کونے میں جا پہنچے۔ نیز ساتھی سے کہہ دیا کہ تم گاڑی میں میرے ساتھ نہ بیٹھنا۔ اگر مجھے آواز دینے کی ضرورت ہو تو شاہ جی کی بجائے 'پنڈت کرپا رام برہمچاری' کہہ کر آواز دینا۔

ہندی میں 'پنڈت' کے معنی اونچی ذات کے ہیں اور مسلمان کے ہاں 'سید' سردار کے معنی میں مستعمل ہے۔

'کرپا' ہندی میں عطا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور 'رام' اللہ کے ہم معنی استعمال ہوتا ہے ہندی میں 'برہمچاری' مجرد کو کہتے ہیں

امیر شریعت نے بخاری کا وزن برابر رکھنے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا۔

اس طرح پنڈت کرپا رام برہمچاری سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہم معنی بن گیا۔ یوں امیر شریعت نے اپنے بلند مقام کی ادائیگی اور پولیس کی گرفت سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے نام کا ہندی ترجمہ کر لیا تا کہ پولیس یا کوئی دوسرا سرکاری آدمی چوکس نہ ہو۔" (حیات امیر شریعت ص154)

شاید عزیمت اور رخصت کی اصطلاح میں ایسے موقعوں کے لیے ہی استعمال کی جاتی ہیں۔

سیاق وسباق کو بیان کرنے کی بجائے دھوکہ آمیز عبارت نقل کرنا رضا خانی اصول بن چکا ہے۔ اس کو ایمان فروشی کہنا بھی نری جہالت ہے۔

رضا خانیوں کی طرف سے آٹھواں بہتان شاہ جیؒ پر یہ لگایا کہ:

**الجواب:۔**

ہم حضرت شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے متفق نہیں۔ یہ رضا خانی بہتان ہے کہ حضرت شاہ

رات ڈاکٹر نے قاضی صاحب کو مبارک باد دی کہ اب شاہ جی خطرے سے باہر ہیں۔

زہر دینے والے کو پولیس صبح ہونے تک گرفتار کر چکی تھی۔ اس کا نام سید عنایت اللہ شاہ یا ولایت شاہ تھا۔ بہرحال جب اسے امیر شریعت کے سامنے لایا گیا تو امیر شریعت نے اپنے زہر دینے والے سے مخاطب ہو کر صرف اتنا کہا۔

"بھائی میں نے آپ کا کیا نقصان کیا تھا؟"

پھر پولیس افسر سے کہا

"میں اس سے کوئی انتقام لینا نہیں چاہتا۔ خدائے تعالیٰ اسے معاف فرمائیں آپ بھی معاف کر دیں۔"

اگر ملزم پر قانون گرفت کرتا تو ممکن ہے ارتکاب جرم کا انکشاف ہوتا مگر امیر شریعت کی بلند حوصلگی نے یہ راز نہ کھلنے دیا کہ زہر کیوں دیا گیا تھا اور اصل مجرم کون تھا۔

آگرہ اور بمبئی کے بعد امیر شریعت پر قتل کا یہ تیسرا حملہ تھا۔ گو حملوں کی نوعیتیں مختلف رہیں مگر مقصود میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ قاتل اور مقتول بھی ایک دوسرے سے اوجھل نہیں ہوئے۔ چونکہ موت و حیات کے مابین انسانی ارادے کو کوئی دخل نہیں اس لیے موت کا ہر اوچھا وار زندگی کی راہ میں مرگ ناگہاں ثابت نہ ہو سکا اور نہ ہی امیر شریعت کے مقاصد میں کوئی دیوار حائل ہو سکی۔

## پنڈت کرپا رام برہمچاری

انہی دنوں میر پور (کشمیر) کی انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ اجلاس میں امیر شریعت کو شمولیت کی دعوت ملی جسے انہوں نے منظور کر لیا۔ لیکن ریاست [illegible]

امیر شری [illegible]

پولیس اپنے ارادے میں مایوس ہوئی کیونکہ امیر شریعت گھر نہیں تھے۔ اس ناکامی کے بعد پنجاب بھر کے تمام پولیس اسٹیشنوں کو مطلع کر دیا گیا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو کسی صورت اور کسی راستے سے بھی کشمیر کی حدود میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ نیز تمام ریلوے اسٹیشنوں، لاریوں کے اڈوں اور دوسرے پیدل پہاڑی راستوں پر خفیہ پولیس تعینات کر دی گئی اور اس طرح امیر شریعت کے کھوج میں پوری مشینری حرکت میں آگئی۔ امیر شریعت کو حکومت کے اس ارادے کی اطلاع ضلع جالندھر کے ایک گاؤں میں دی گئی۔

انسان اگر اپنے عزم میں مخلص ہو تو آسمانوں کی بلندیاں اُس کے قدم لیتی ہیں، ستارے فرشِ راہ ہوتے ہیں۔ سورج کی کرنیں اسے چاند کے ہالے تک لے جاتی ہیں لیکن حوصلے کی پستی خلوص کی معراج تک پہنچ کر بھی انسان کو اس کی شکست سے نہیں بچا سکتی۔ تمام آئینی پابندیوں کے باوجود امیر شریعت نے اپنے وعدے پر میرپور پہنچنے کا فیصلہ کر لیا۔ پولیس اس یقین پر کہ امیر شریعت اب گھر نہیں آئیں گے اس مورچہ سے غافل ہو گئی۔ اسی رات بارہ بجے امیر شریعت گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ میرپور سے کوئی صاحب آپ کو لینے آئے ہوئے ہیں اور اس وقت وہ محلہ کی مسجد میں سو رہے ہیں۔ امیر شریعت نے انہیں بیدار کیا اور صبح چھ بجے کی گاڑی روانگی کا فیصلہ کر کے وہیں سو گئے۔ رات چار بجے اسٹیشن کے ایک ویران کونے میں جا پہنچے۔ نیز ساتھی سے کہہ دیا کہ تم گاڑی میں میرے ساتھ نہ بیٹھنا۔ اگر مجھے آواز دینے کی ضرورت ہو تو شاہ جی کی بجائے "پنڈت کرپارام برہمچاری" کہہ کر آواز دینا۔ ہندی میں پنڈت کے معنی اونچی ذات کے ہیں اور مسلمانوں کے ہاں سید / سردار کے معنی میں مستعمل ہے۔ کرپا ہندی میں عطا کرنے کو کہتے ہیں اور "رام" اللہ کے ہم معنی استعمال ہوتا ہے۔ ہندی میں برہمچاری مجرد کو کہتے ہیں سو امیر شریعت نے بخاری کا وزن برابر رکھنے کے لیے یہ لفظ استعمال کیا۔ اس طرح پنڈت کرپارام برہمچاری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہم معنی بن گیا۔ یوں امیر شریعت نے اپنے بلند مقاصد کی ادائیگی اور پولیس کی گرفت سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے نام کا ہندی ترجمہ

کر لیا تاکہ پولیس یا کوئی دوسرا سرکاری آدمی چوکس نہ ہو۔

نیلے رنگ کا تہبند، نیم آستین کی واسکٹ، سر پر موٹے کھدر کی سفید پگڑی اور ہاتھوں سے خالی ——— لیکن پنجاب پولیس امیر شریعت کو مندرجہ ذیل لباس میں دیکھنے کی عادی تھی ——— سر پر کپڑے کی گول ٹوپی، نیم آستین کا لمبا کرتہ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ اور ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا۔

اجنبی لباس میں امیر شریعت نہ تو پولیس سے پہچانے گئے اور نہ ہی سفر میں کسی دوسرے مسافر سے۔ جہلم کے اسٹیشن پر اترتے وقت ضرورت پڑی تو ہمراہی نے امیر شریعت کو تلاش کے لیے پنڈت کرپارام کہہ کر مسلسل پکارا۔ مگر امیر شریعت اسے ریلوے حدود سے دور جا کر ملے۔

ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام — ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میرپور، جہلم سے نو میل دور دریائے جہلم کے اس پار آبادی کا نام ہے۔ یہ کشمیر کے ان باشندوں پر مشتمل ہے جن کے اکثر افراد پہلی جنگ عظیم میں بھرتی ہو کر استعماری فوج کے دوش بدوش لڑ چکے تھے۔ تحریک کشمیر کے دنوں بھی اسی بستی کے عوام نے اپنی آزادی کے لیے مجلس احرار کے تحت بڑی قربانی کی تھی۔ پولیس کے انتظامات امرتسر سے جہلم تک مکمل ہو چکے تھے لیکن مجرم محافظوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنی منزل کے سامنے کھڑا تھا۔

میرپور کے سامنے سے گزرتے ہوئے دریائے جہلم کی چیخ و پکار سے پتھروں کے دل دھڑک رہے تھے۔ ناخدا کشتیوں کے پتوار چھپائے موجوں سے بر سر پیکار تھے کہ امیر شریعت نے پتن پر قدم رکھا۔ پولیس ہر مسافر کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے امیر شریعت نے پتن سے دریا کو عبور کرنا مناسب نہ سمجھ کر دو میل اوپر جا کر دریائے جہلم کو پار کیا اور پھر کئی میل پیدل سفر کے بعد میرپور میں داخل ہو گئے۔